شبیر احمد منصوری

تزکیۂ نفس کا نبوی منہاج

تزکیہ نفس ایک ناگزیر انسانی ضرورت ہے۔ اس لئے تزکیہ کا مطالبہ انسانی معاشرے کے ہر فرد سے کیا گیا ہے۔ تزکیہ کا سرچشمہ اور مصدر اللہ کی کتاب ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور مقام مزکی اور مربی کا ہے۔ آپؐ کی تمام جدوجہد کی غرض و غایت اور مقصود و منتہا انسانی نفوس کا تزکیہ تھا۔ چونکہ عمل تزکیہ کیلئے رسول اکرمؐ کی شخصیت مرجع اور عملی نمونہ قرار دی گئی ہے لہٰذا تزکیہ طلب ہر انسان کیلئے لازم ہے کہ وہ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے اور تعلیمات اسلامیہ کو مشعل راہ بنائے۔

رسول اکرمؐ کی بعثت سے متعلق آیات قرآنیہ کا مطالعہ کرنے سے اس عظیم مقصد کی وضاحت ہوتی ہے جس کی خاطر آپؐ پوری زندگی کے شب و روز اور مہ و سال سرگرم اور مصروف عمل رہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین (۱)

"وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصود نفوس انسانیہ کا تزکیہ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رسول کی بعثت کی جو دعا فرمائی، قرآن کریم اس کا مقصد انسانی نفوس کا تزکیہ بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:

ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰتک و یعلمهم الکتاب والحکمة و یزکیهم انک انت العزیز الحکیم (۲)

"اے ہمارے رب تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے سید نا ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی چنانچہ آپؐ کی بعثت اور اس کے مقاصد کو یوں بیان فرمایا:

كما ارسلنا فيكم رسولًا منكم يتلوا عليكم ايٰتنا و يزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة و يعلمكم مالم تكونوا تعلمون (۳)

"چنانچہ ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے"۔

رسول اکرمؐ کی بعثت کی اصل غرض و غایت تزکیہ ہے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم وہ ذریعہ اور وسیلہ ہے جس سے تزکیہ کا عمل ہوتا ہے۔

تزکیہ کی غرض و غایت اور تفصیلات بیان کرنے سے پہلے تزکیہ کا مفہوم جاننا بھی مفید ہوگا۔

تزکیۂ کا مفہوم

ابن منظور کے نزدیک زکا' یزکو' زکاء سے مراد "النماء والريع" ۔ صفوة الشیء (صاف ستھرا بنانا اور نشوو نما دینا) ہے۔

تزکیہ سے مراد تطہیر نفس ہے۔ تزکیھم سے مراد تطہرھم۔ "زکوٰۃ" کا مطلب طهرة للاموال" ہے۔ "الزكوة ما اخرجته من مالك لتطهره به"۔ (۴)

مفسر قرآن امام فخرالدین رازیؒ نے تزکیہ سے مراد تطہیر کے لئے ہیں۔ " قدا فلح من تزكى کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " تطهر من دنس الشرک" (۵)

احمد مصطفیٰ المراغی "ویزکیھم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای و يطهر نفوسهم من الشرك و ضروب المعاصی التی تدسيها و تفسد الاخلاق و تقوض نظم المجتمع و يعودها الاعمال الحسنة التی تطبع فيها ملكات الخير التی ترضی المولٰی جل و علا"۔ (۶)

یعنی وہ ان کے نفوس کو شرک اور اخلاق کو بگاڑنے والے اور منظم معاشرے کو منہدم کر دینے والے گناہوں سے پاک کرتا ہے ان کو ایسے اعمال حسنہ کا خوگر بناتا ہے جن سے اللہ کو راضی کرنے والی خیر کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔

سورة البقرة کی ایک اور آیت کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا "ویزکیھم" سے مراد " ای يطهر نفوسكم من ادران الرذائل التی كانت فاشية فی العرب من وأد البنات وقتل الاولاد وتخلصا

من النفقة، و سفک الدماء لاوھن الاسباب ویغرس فیہا فاضل الاخلاق و حمید الاداب"۔ (۷)

"یعنی وہ تمہارے نفوس کو ان عربوں میں رائج گناہوں، مثلاً بچیوں کو زندہ درگور کرنا، نان و نفقہ کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا اور گھٹیا مقاصد کیلئے قتل و غارت گری کرنے جیسی خباثتوں اور نجاستوں سے پاک کرتا ہے اور ان میں پاکیزہ اخلاق اور بہترین آداب انسانیت کے بیج بوتا ہے۔

سید مودودیؒ نے تزکیہ کے جامع معنی مراد لیے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام افکار و اعمال کی درستگی اور اصلاح کا نام تزکیہ ہے۔ "تزکیہ اور سنوارنے کا عمل انسانی خیالات، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز پر محیط ہے"۔ (۸)

امین احسن اصلاحی تزکیہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تزکیہ کے لغوی معنی کسی چیز کو صاف ستھرا بنانا اور پروان چڑھانا ہے۔ جبکہ اصطلاحی مفہوم نفس کو غلط رجحانات اور میلانات سے موڑ کرنیکی اور خدا ترسی کے راستے پر ڈال دینا اور اس کو درجہ کمال پر پہنچنے کے لائق بنانا ہے" (۹)

مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ "نفس کا تزکیہ یہ ہوگا کہ اس کے اندر جو غلط افکار و نظریات جڑ پکڑ گئے ہیں، ان کی جڑیں اکھاڑی جائیں، جاہلی اخلاق و عادات نے اس کے اندر جو کجیاں اور ناہمواریاں پیدا کر رکھی ہیں ان کو درست اور ہموار کیا جائے، تقلیدوں اور رسموں کی پرستش نے اس کو بے حسی اور جمود کے جو روگ لگا رکھے ہیں انہیں دور کیا جائے، فانی اور نفسانی لذات کی چاٹ نے اس پر جو پست ہمتی اور بزدلی طاری کر رکھی ہے، اس کا علاج کیا جائے تاکہ اس کی آنکھیں کھل سکیں، اس کا دماغ سوچ سکے، اس کی ہمت ابھر سکے، اس کی عادات سنور سکیں اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق اپنی ذہنی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے اس بلند مرتبہ تک پہنچ سکے جس مرتبہ تک پہنچنے کی اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر قابلیت رکھی ہے"۔ (۱۰)

علامہ شبلیؒ کے نزدیک تزکیہ کے لغوی معنی "پاک صاف کرنا" نکھارنا اور میل کچیل دور کرنا ہیں۔ قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے"۔ (۱۱)

تزکیۂ نفس کی ضرورت و اہمیت

جو شخص بھی دنیا و آخرت کی فلاح چاہتا ہے، اس کے لئے تزکیہ نفس ضروری ہے۔ تزکیہ نفس کے بغیر دنیا کی اچھی زندگی اور آخرت کی کامرانی کا حصول ممکن نہیں ہے۔

تزکیہ کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں۔

"پھر یہ حقیقت بھی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ تزکیہ ہر شخص کی فلاح اور نجات آخرت کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ تزکیہ تمام دین و شریعت کی غایت اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصلی مقصود ہے۔ انبیاء کرام کی سرگرمیاں ظاہر میں خواہ کتنے ہی مختلف پہلو رکھتی ہوں لیکن باطن میں ان کا ہدف انسان اور انسانی معاشرے کے تزکیہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا"۔ (۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ تزکیہ اختیار کرے اور تباہی سے بچ جائے۔ قرآن کریم اس کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

اذھب الٰی فرعون انہ طغٰی۔ فقل ھل لک الٰی ان تزکی۔ (۱۳)

"فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے۔"

تزکیہ کے لئے لوگوں کو اللہ کے نبی کی طرف رجوع کرنا ہے اور نبی کا کام یہ ہے کہ وہ طالب تزکیہ کو مایوس نہ کرے۔ ایک تزکیہ طلب نابینا کی طرف رسول اکرمؐ کی عدم توجہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتری۔ فرمایا:

عبس و تولی۔ ان جاءہ الاعمٰی۔ وما یدریک لعلہ یزکی۔ (۱۴)

اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا کہ اس کے پاس نابینا آیا اور تمہیں کیا خبر کہ شاید وہ تزکیہ حاصل کرنے آیا ہو۔"

اخروی زندگی میں انسان کی فلاح اور نجات کا انحصار سراسر اس بات پر ہے کہ اس نے تزکیۂ نفس کیا کہ نہیں۔ دراصل وہاں کامیاب وہی قرار پائے گا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

قدافلح من تزکی۔ (۱۵)

"اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا"۔

جو انسان تزکیۂ نفس کے پاکیزہ عمل سے گزرتا ہے وہ اپنے صفائے باطن سے نہ صرف اپنی ذاتی زندگی کو مسرور و مطمئن اور آخرت کو خوشگوار بناتا ہے۔ بلکہ اپنے گھر' ماحول اور معاشرے پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان اپنی للہیت و اخلاص' شاندار سیرت و کردار' بے غرضی و ایثار ہی کی بناء پر عالم انسانیت کے فاتح بن گئے اور ان کے افکار و اعمال عالم ارضی پر بسنے والے اکثر انسانوں کیلئے نمونہ عمل اور تہذیب و ثقافت کا معیار قرار پائے۔

احمد مصطفیٰ المراغی لکھتے ہیں۔

"ولھذہ الزکاۃ التی زکوا بھا انفسھم فتحوا الممالک الکبریٰ' وکانوا ائمۃ الامم التی

کانت تحتقر ھذا الجنس، وعرفوالھم فضلھم بعد لمم و سیاستھم للامم سیاسۃ حکیمۃ انستھم سیاسۃ الامم التی قبلھم و جعلت لذالک الدین اثرا عمیقافی نفوسھم فدانوالحکمہ خاضعین واھتدوا بھدیہ راشدین۔ (۱۶)

"اور اس پاکیزگی کے ذریعے، جس سے انہوں نے اپنے آپ کو آراستہ کیا، ان لوگوں نے بڑے بڑے ممالک فتح کر ڈالے اور ایسی قوموں کے امام بن گئے جو ان کو حقیر جانتی تھیں۔ ان (مفتوح) قوموں نے ان کے عدل سے ان کے شرف کو جانا اور پہلی قوموں میں مروجہ سیاست کے مقابلے پر ان کی حکیمانہ سیاست کاری سے ان کے تدبر کو پہچانا۔ ان کے دلوں میں دین اسلام کیلئے اس حکیمانہ سیاست کاری نے گہرا اثر ڈالا چنانچہ ان لوگوں نے اس نظام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ان کے طریق ہدایت کو پاکر مسرور و مطمئن ہوگئے۔"

انسان میں خیر و شر کے میلانات

انسانی وجود پر غور فرمائیے۔ اس کی تخلیق عجیب اور اس کی ترکیب حیرت انگیز ہے۔ ایک طرف اس کا تعلق "عالم لاھوت" سے ہے۔ دوسری جانب وہ عالم ناسوت سے متعلق ہے۔ کیسا عظیم الشان کہ "ونفخت فیہ من روحی" (۱۷) "علم آدم الاسماء کلھا" (۱۸) پھر خود ہی اسے علم اور شعور کی دولت سے نوازا، آزادی ارادہ اور اختیار مرحمت فرمایا۔ مٹی اس کی اصل ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا حسین امتزاج ہونے کی بنا پر وہ اس کائنات کا شاہکار ہے۔ خیر و شر دونوں کا میلان رکھتا ہے۔ اللہ کی طرف سے دیئے گئے اختیار کی وجہ سے اسے حیات مستعار میں ایک کڑی آزمائش درپیش ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"و نفس وما سواھا۔ فا لھمھا فجورھا و تقواھا۔ قد افلح من زکھا۔ وقد خاب من دسھا۔ (۱۹)

"نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا۔ پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً" فلاح پاگیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے دبا دیا"۔

خیر و شر کا رجحان اور فجور و تقویٰ کی صلاحیت دونوں انسان کے اندر موجود ہیں۔ "نفس امارہ اس کو برائی کا حکم دیتا ہے تو نفس لوامہ" (ضمیر) روکتا اور ٹوکتا ہے۔ قرآن حکیم ان دونوں قوتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ نفس امارہ اور نفس لوامہ کی کشمکش کا تو ہر انسان اپنے باطن میں خود مشاہدہ کرتا ہے۔ نفس امارہ کے اکساوے اور انسان کے داخلی و خارجی داعیات اس قدر قوی اور زور آور ہیں کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام اس کا اعلان و اعتراف کرتے ہوئے پکار اٹھتے ہیں:

وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم۔ (۲۰)

"میں کچھ اپنے نفس کی برات نہیں کر رہا ہوں' نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو۔ بے شک میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے"۔

نفس لوامہ' ایک داخلی محتسب

نفس امارہ کے مد مقابل' انسان کے پاس ایک مثبت قوت اور صلاحیت بھی موجود ہے جس کو وہ اپنے دفاع کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔ وہ ہے نفس لوامہ' جس کی خبر قرآن یوں دیتا ہے:

ولا اقسم بالنفس اللوامۃ (۲۱)

"اور نہیں' میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی"' یعنی ضمیر کی جو انسان کو برائی پر ملامت کرتا ہے"۔

انسان متضاد قسم کی صفات کا حامل ہے۔ وہ فرشتہ نہیں ہے۔ فرشتے نورانی مخلوق ہیں۔ ان میں عصیان اور شر کا مادہ ہی موجود نہیں ہے۔ الٰہی احکامات سے وہ نہ انحراف کرتے ہیں نہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انسان اگر اپنے بلند مقام کو پالے تو وہ فرشتوں سے بڑھ کر ہے۔ انسان دیگر جانوروں کے ساتھ صفت حیوانیت میں اشتراک کے باوجود محض جانور بھی نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ اپنے مقام سے گر جائے تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ قرآن اس کی گواہی یوں دیتا ہے۔ " یأکلون کما تأکل الانعام"۔ (۲۲)

"وہ ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور"۔ چرنا چگنا گویا ان کی زندگی کا مقصد وحید ہے۔ قرآن ایسے لوگوں کا آخری ٹھکانا جہنم قرار دیتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔" ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون۔ (۲۳)

"اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جنہیں ہم نے جہنم ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں---------ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں---------ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں---------وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے"۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں"۔

انسان کے اندر قوت ملکیہ بھی موجود ہے اور قوت بہیمیہ بھی پائی جاتی ہے۔ کہیں دونوں یکساں طور پر طاقتور' کہیں دونوں کمزور' برابری کی اس صورت کے علاوہ اگر قوت بہیمیہ شدیدہ قویہ ہو اور مد مقابل قوت کمزور۔ تو یہ صورت بے حد خطرناک ہے۔ البتہ ایسے بندے پر گویا اللہ کی رحمت ہے کہ قوت ملکیہ تو قویہ

ہو اور بد مقابل قوت کمزور۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں انسانی فطرت اور اس کے اخلاق و اعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یاد رکھو نفس انسانی کی جبلت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا رہے۔ اس کی یہ عادت اس وقت تک اس سے نہیں چھوٹتی جب تک نور ایمان اس پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ اس کو مقہور و مغلوب کردے"۔ (۲۴)

تزکیۂ نفس ــــ اللہ کا فضل و کرم :

نیکی اور بدی کی اس داخلی کشمکش اور خیرو شر کی اس خارجی معرکہ آرائی میں "نفس لوامہ" نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن "نفس مطمئنہ" کی کیفیت کے حصول کیلئے انسان ایک مضبوط سہارے اور رہنمائی کا ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔ یہ مضبوط سہارا صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

ولولا فضل اللّٰہ علیکم و رحمتہ ماز کا منکم من احد ابدا ولکن اللّٰہ یزکی من یشاء (۲۵)

"اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہے پاک کر دیتا ہے۔"

تزکیۂ نفس ــــــ رسول اللہؐ کی زندگی ایک مثالی نمونہ

اللہ کا من و کرم ہے کہ اس نے انسان میں برائی اور شر کے مقابلے اور سد باب کیلئے صلاحیت اور استعداد پیدا فرمائی۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ اس کی رہنمائی کیلئے انسانی برادری ہی میں سے ایک مثالی نمونہ بھیج دیا۔ انسانی کردار کو جلا بخشنے اور تزکیۂ نفس کیلئے یہی موزوں اور مناسب بات تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ حکمت بالغہ کا تقاضا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام مومنوں کے ساتھ ایسی زندگی بسر کریں جس کو ملکیت اور بہیمیت کا امتزاج کہنا چاہیے کیونکہ آپ دوسرے لوگوں کیلئے نمونہ عمل ہیں۔ اس لیے جو کچھ بھی آپؐ سے صادر ہو وہ ذوق اور وجدان کی بنا پر ہو صرف قیاس اور تخمین پر مبنی نہ ہو"۔ (۲۶)

حفظ الرحمٰن سیوھاروی تزکیہ نفس کے باب میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تزکیۂ نفس کی خدمت انبیاء علیہم السلام کے سپرد فرمائی ہے اور ان کی بعثت کا مقصد یہی تزکیۂ نفوس ہے اور وہی اس کے والی اور مالک ہیں اور انہیں کے ہاتھ میں دعوت و تعلیم اور بیان و

ارشاد کا معاملہ براہ راست سپرد فرمایا ہے اور ان کی یہ تعلیم صرف ذاتی خلق اور الہام پر مبنی نہیں ہے بلکہ وحی الٰہی کے ذریعے اس خدمت پر مامور ہیں اس لئے وہی امتوں کے نفوس کے حقیقی معالج ہیں"۔ (۲۷)

رسول اکرمؐ کا ہی یہ مقام و مرتبہ ہے کہ تزکیۂ نفس کیلئے ان کے پاکیزہ سیرت و کردار کو رہنما بنایا جائے۔ آپؐ فرماتے ہیں:

انما بعثت لا تمم مکارم الا خلاق۔ (۲۸)

"میں تو اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں"۔

بہترین نمونہ عمل کے طور پر آپ کے مقام کی گواہی قرآن خود دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وانک لعلٰی خلق عظیم۔ (۲۹)

"بلاشبہ آپ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی خوئے شفقت و رحمت کی بنا پر سارے انسانوں کا محور و مرکز بن گئے۔ قرآن کریم اس کی گواہی یوں دیتا ہے:

فبما رحمة من اللہ لنت لهم و لو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔ (۳۰)

"اللہ کی عنایت سے آپؐ لوگوں کے لئے نرم ہیں اور اگر آپ کہیں سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے گردو پیش سے چھٹ جاتے"۔

آپؐ کا اخلاق قرآن کریم کا عملی نمونہ تھا۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

ان خلق رسول اللہ کان القر آن۔ (۳۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔"

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی فرماتے ہیں:

"امراض انسانی کے علاجوں میں تزکیۂ نفس سے زیادہ سخت اور مشکل کوئی علاج نہیں ہے۔ پس جس شخص نے اس علاج کو ریاضت مجاہدہ اور گوشہ نشینی کے ان طریقوں سے کرنا شروع کیا جس کا انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ اس مریض کی طرح ہے جو اپنا علاج طبیب کی رائے کے بغیر محض اپنی رائے سے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نادان کی رائے طبیب کی رائے تک کیسے کھینچ سکتی ہے"۔ (۳۲)

تزکیۂ نفس میں تکلف اور فطرت سے انحراف کی راہیں

رسول اکرمؐ کے سیدھے، صاف اور واضح نقش قدم کو چھوڑ کر کچھ لوگ تزکیۂ نفس کیلئے نئی اور انوکھی

راہوں پر چلتے رہے ہیں ان میں سے ایک راستہ تصوف کا بھی ہے۔ بظاہر تصوف انسان کے باطن اور اخلاقی پہلوؤں پر بحث کرتا ہے۔ مگر اصلاح نفس کیلئے تصوف کو چشمہ صافی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

"لیکن آج تصوف کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس حقیقت کے اعتراف کیلئے مجبور ہے کہ اس کے اندر اسلام کے پہلو بہ پہلو بہت سے اجنبی عناصر کی بھی آمیزش ہوگئی ہے۔ مسیحی، ہندی، عجمی اور یونانی ہر ایک کے کچھ نہ کچھ اثرات آج کے مروجہ تصوف میں شامل ہوگئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تاریخ کے طویل عرصے میں ان کے علاوہ بھی بہت سے اجنبی افکار مختلف سمتوں سے اس میں در آئے ہیں۔ تصوف کی بعض ایسی قسمیں بھی رائج ہیں جو اعلانیہ طور پر حلول و اتحاد اور وحدۃ الوجود کی قائل ہیں۔ بہت سے لوگوں نے منصب ولایت، اولیاء اور کشف و کرامات کے سلسلے میں ایسی باتیں کہی ہیں جن کا کسی صورت بھی اسلامی تعلیمات سے جوڑ نہیں ملتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ قرآن و سنت کی صریح نصوص کے بالمقابل یہ لوگ انہی چیزوں کو فیصلہ کن قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت الگ ہے اور طریقت اور حقیقت الگ۔ پیر کا تصور ان کے نزدیک یہ ہے کہ مرید کو اس بات کی تربیت دی جانی چاہیے کہ وہ اپنے شیخ کے سامنے اس طرح سے رہے جس طرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح زہد اور ترک دنیا کی لے ان کے یہاں ایسی تیز ہوئی کہ بات اسلام کے جادۂ اعتدال سے نکل نصاریٰ کی ایجاد کردہ رہبانیت کے دائرے میں داخل ہوگئی"۔ (۴۳)

رسول اکرمؐ نے تو لا رھبانیة فی الاسلام فرماکر تزکیہ کے اس من گھڑت راستے کی تردید، آغاز کار ہی میں فرمادی تھی۔

مذاہب وادیان عالم اور افکار فلاسفہ کا جائزہ لیجئے تو یہ سب بھی اصلاح نفس کے باب میں ناکام نظر آتے ہیں۔ بدھ مت نفس کشی کی طرف مائل ہے۔ ہندو مت شرک اور بت پرستی میں اس طرح غرق ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا مذہب ظاہری اور باطنی گندگی میں اسقدر ڈوبا ہوا ہو۔ یہود و نصاریٰ کفرو شرک اور اللہ اور اس کے رسولوں کے خلاف کھلی بغاوت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔ قدیم و جدید فلاسفہ نے انسان کو سمجھنے اور مقصود حیات جاننے کیلئے بے شمار ٹھوکریں کھائی ہیں۔ فلاسفۂ یونان میں تھیلز، انیکسی میندر، ہراقلیطوس وغیرہ خدا، آخرت، خیرو شر اور جزاو سزا کے مطلقاً" قائل ہی نہیں ہیں۔ یہ سب کائنات کو محض مادی کھیل تماشا قرار دیتے ہیں۔ انسان کا اخلاق و کردار ان کا موضوع بحث ہی نہیں رہا۔۔۔۔۔۔سوفسطائی جماعت نے انسان اور اس کے اخلاق و کردار کو موضوع تو بنایا لیکن مابعد الطبعیاتی حقائق اور سچائیوں کے یہ لوگ بھی منکر ہیں۔ پروٹاگوراس کے بقول "انسان ہر شی کا پیمانہ ہے"۔ (۴۴)

اس گروہ کے نزدیک خیر و شر انسان کا ذاتی ذوق "Man Is the measure of all things." ہے۔ یہ لوگ حالات اور مفادات کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دیتے ہیں۔ جدید سوفسائیت بھی یہی کچھ ہے۔ لہٰذا اس کے پیرو کاروں کا دامن بھی فضائل اخلاق سے تہی ہے۔

جدید فلاسفہ انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام رفیع سے گرا کر حیوانیت اور بہیمیت کی پست سطح پر لے گئے ہیں۔ پروفیسر سید محمد سلیم ان فلاسفہ کی آراء کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"مغربی معاشرے کے معمار حکماء اور فلاسفہ نے بھی انسان کی حقیقت کے متعلق غلط نظریات قائم کرکے سخت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انسانی معاشروں کو بھی گمراہی کے غاروں میں دھکیل دیا۔ ذرا ان مغربی مفکرین کی پرواز خیال ملاحظہ ہو :

ڈیکارٹ ----- "انسان ایک ایسی مشین ہے جس میں روح موجود ہے"۔

روسو ----- "انسان ایک وحشی ہے البتہ اس کو سدھایا جاسکتا ہے"۔

ھابز ----- "انسان ایک دوسرے کیلئے بھیڑیا ہے"۔

ڈارون ----- "انسان ایک اعلیٰ درجے کا حیوان ہے۔ "تنازع للبقاء اور بقائے اصلح کا نظریہ"۔

فرائڈ ----- "انسان ایک ایسا حیوان ہے جس کی جنسی جبلت منحرف ہوکر تباہی مچا دیتی ہے"۔

سارتر ----- "انسان ایسا جانور ہے جس کو عقل و خرد سے بیگانہ بناکر دنیا میں پھینک دیا گیا ہے"۔

جہاں فلاسفہ کی آراء کی صورت حال یہ ہو وہاں شرافت اور اعلیٰ انسانی قدریں اور تہذیب و اخلاق کیسے پروان چڑھ سکتے ہیں۔ غور فرمائیے ان میں سے کسے نمونہ قرار دیا جائے"۔ (۳۵)

قدیم یونانی فلاسفہ میں "سقراط" نے اخلاق کی بات کی۔ علم اور اخلاق کو ایک دوسرے سے وابستہ قرار دیکر کہا : "Kuowledge is the Highest good"۔ (۳۶) مگر سقراط کا علم یقین سے خالی تھا۔ اسے جب موت کی سزا سنائی گئی تو شاگردوں نے فرار کی راہ ہموار کرنا چاہی۔ اس نے کہا مجھے، مرنے دو۔ میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ اگر آگے کوئی دنیا ہے تو اچھے لوگوں سے جاملوں گا۔ اگر آگے کچھ نہیں تو ان کم بختوں سے نجات پا جاؤں گا--------- افلاطون کو سسلی کے حکمران نے وزارت تعلیم پیش کر دی مگر اس کے نظریات سے اس قدر ابتری پھیلی اور وہ ایسا ناکام ہوا کہ بمشکل جان بچا کر واپس بھاگا--------- "ارسطو" کے "نظریہ اوساط" میں اخلاقی نقطہ نظر سے اعتدال نہیں پایا جاتا۔ ارسطو کا شاگرد سکندر اعظم ایک بڑا فاتح ضرور ہے مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس کی زندگی میں ارسطو کی اخلاقی تعلیمات کا اثر مفقود ہے"۔ (۳۷)

رسول اکرمؐ۔ لاثانی نمونہ کمال :۔

قدیم وجدید فلاسفہ اور صوفیاء کے مد مقابل عالم ارضی پر ایک ہی ہستی ہے جو سارے انسانوں کیلئے نمونہ کمال ہے۔ رسول اکرمؐ قلوب و نفوس کے ایسے طبیب ہیں کہ انسان کی ظاہری اور باطنی بیماریوں کے علاج اور تزکیہ و اصلاح کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ آپ کے نقوش پاکی مخلصانہ پیروی کی جائے اور انہی کے تجویز کردہ نسخوں کو استعمال کیا جائی۔ وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ کا ہر عمل اور کلام اللہ کے حکم کے تابع ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔ ۳۸

"وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے" آپ دین فطرت کے داعی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ۳۹

"پس (اے نبی اور نبی کے پیروؤ!) یکسو ہوکر اپنا رخ اس دین کی سمت جماو' قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی' یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

دین فطرت جو ہر انسان کا دین ہے' اس کے تحفظ کیلئے رسول اکرمؐ کی بعثت ہوئی۔ آپؐ کا فرمان ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ اویمجسانہ کما تنتج البھیمۃ جمعاء (مستویۃ لم یذھب من بدنھا شئ) ھل تحسون فیھا من جدعاء (مقطوعۃ الاذن او الانف)۔ (۴۰)

رسول اکرمؐ کے فرمان کے مطابق ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ بچے کے ماں باپ اس کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں یا ماحول اور معاشرہ اس کا مسئلہ کرڈالتے ہیں۔

یعنی انسان بالکل درست حالت میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ماحول اس کا ظاہر و باطن کو بگاڑ دیتا ہے۔ "لا تبدیل لخلق اللّٰہ" سے مراد یہ ہے کہ دین توحید کو شرک اور کفر سے نہ بدلا جائے۔

تزکیۂ افکار و اعمال کی جامعیت کا نظام

رسول اکرمؐ کا تزکیہ و تطہیر کا نظام بڑا ہی جامع ہے آپؐ نے افکار کے تزکیہ و تطہیر کی بنیاد و کلمہ لا الہ الا اللّٰہ کو بنایا۔ تطہیرا عمال کیلئے اپنی زندگی کا عملی اور اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔ دین اسلام کا پورا نظام افکار و اعمال' عبادات و معاملات تزکیہ و تطہیر کے اعلیٰ مقاصد پر مشتمل ہے۔

تزکیہ کا بنیادی نقطہ توحید ہے۔ جبکہ شرک اور بت پرستی کو رجس اور گندگی قرار دیتے ہوئے اس سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

فرمایا:

فاجتنبوا الرجس من الأوثان۔ (۴۱)

بت پرستوں کو نجس قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

انما المشرکون نجس۔ (۴۲)

تمام نیک اعمال کی قبولیت کو اخلاص نیت اور للٰہیت کے ساتھ وابستہ فرمایا۔ اس سلسلے میں رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے' حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته لدنیا یصیبها او امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیہ۔ (۴۳)

اچھے اعمال کے ساتھ اگر اخلاص و للٰہیت نہ ہو تو شاندار عمل بھی قیامت کے دن انسان کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ ایک عالم' سخی اور شہید کی مثال سے رسول اکرمؐ نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ ہر ایک کا عمل اور محرک عمل محض نمود و نمائش تھا چنانچہ ان میں سے ہر ایک کو گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ نفاق اور ریاء کے ساتھ کوئی اچھا عمل بھی بار آور اور مفید قرار نہیں پاتا ---------- حدیث رسولؐ کا مطالعہ فرمایئے:

عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول--------- ان اول الناس یقضی علیه یوم القیامة رجل استشهد فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال قاتلت فیک حتیٰ استشهدت قال کذبت و لکنک قاتلت لان یقال جری فقد قیل ثم امربه فسحب علی وجهه حتی القی فی النار---------- ورجل تعلم العلم و علمه قرا القرآن فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال تعلمت العلم وعلمته و قرات فیک القرآن قال کذبت و لکنک تعلمت العلم لیقال عالم' قرات القرآن لیقال هو قارئ' فقد قیل ثم امربه فسحب علی وجهه حتی القی فی النار----------ورجل وسع الله علیه واعطاه من اصناف المال کله فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال ما ترکت من سبیل تحب ان ینفق فیها الا انفقت فیها لک قال کذبت ولکنک فعلت لیقال هو جواد فقد قیل ثم امربه فسحب علی وجهه ثم القی فی النار۔ (۴۴)

جان کی قربانی، مال کا انفاق اور زندگی بھر عملی و دینی خدمات، کوئی شک نہیں کہ یہ سارے اعمال عظیم الشان ہیں لیکن اگر ان اعمال کا مقصود محض دکھاوا اور شہرت طلبی ہو اور نیت بخیر نہ ہو تو اللہ کی میزان میں یہ سارے اعمال بے وزن اور بے وقعت قرار پاتے ہیں۔

اخلاص نیت کے ساتھ تقویٰ، فکر آخرت اور لقاء رب کا یقین بھی انسان کے تزکیہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

لن ینال اللہ لحو مہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ (۴۵)

"اللہ کو گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتے بلکہ اسے تو تم سے تقویٰ مطلوب ہے"۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

ان اللہ لاینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔ (۴۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلیں اور مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے"۔

حلت و حرمت کا نظام اور تزکیۂ نفس

دین اسلام کا حلال و حرام کا پورا نظام بھی انسان میں پاکیزہ زندگی پروان چڑھانے کا باعث ہے۔ ارشاد الہی ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یأمرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٓئک ھم المفلحون۔ (۴۷)

(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) "جو اس پیغمبر نبیؐ امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کیلئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

رسول اکرمؐ نے زندگی کے ہر گوشے کیلئے رہنمائی فرمائی، عملی نمونہ قائم کیا اور بگڑے ہوئے افکار و اعمال کو درست فرمایا۔ آپؐ صحابہ کرامؓ پر نگاہ شفقت رکھتے غلط طرز عمل کی اصلاح فرما دیتے اور جو درست ہوتا اس کی تائید و توثیق فرما دیتے۔

ایک واقعہ عبداللہ ابن عباسؓ یوں روایت فرماتے ہیں:

قال بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب اذا ھو برجل قائم فسأل عنہ فقالوا ابواسرائیل نذر ان یقوم ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم و یصوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرہ فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومہ (۴۸)

"ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص چلچلاتی دھوپ میں ننگے سر کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہے اور اس کی یہ کیا حالت ہے۔ لوگوں نے بتایا اس کا نام ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ میں آرام کرے گا اور نہ بات کرے گا اور برابر روزے رکھے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس سے کہو باتیں کرے' بیٹھے' سائے میں آرام کرے اور اپنا روزہ پورا کرے"۔ عبداللہ ابن عباسؓ سے ایسا ہی ایک اور واقعہ مذکور ہے' فرماتے ہیں۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یطوف بالکعبۃ بزمام او غیرہ فقطعہ (۴۹)

"رسول اکرمؐ نے دیکھا ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہے اور اس کی ناک میں نکیل ہے جس سے دوسرا آدمی اس کو جانور کی طرف کھینچ رہا ہے۔ آپؐ نے جاکر نکیل کاٹ دی اور فرمایا اگر ضرورت ہو تو ہاتھ پکڑ کر اس کو طواف کراؤ۔"

آپؐ نے اس شخص کو خود ساختہ ریاضت' تکلف اور تکلیف' سب سے نجات دلا کر حج و طواف کا صحیح طریقہ سمجھایا۔

"نبی اکرمؐ نے غزوہ احد میں "ابو دجانہؓ" کو سینہ تان کر اکڑتے ہوئے چلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ یہ ایسی چال ہے جو ہر وقت خدا کو مبغوض ہے اور قابل نفرت ہے مگر میدان جہاد میں محبوب ہے"۔ (۵۰)

دو باتوں کے سلسلے میں انسان اکثر آفات و مصائب کا شکار ہوتا ہے۔ آپؐ نے حزم و احتیاط کی تعلیم دیتے ہوئے جنت کی بشارت دی سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

من توکل لی ما بین رجلیہ وما بین لحییہ توکلت لہ بالجنۃ (۵۱)

"جو میرے لیے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز یعنی شرمگاہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز' یعنی زبان کی حفاظت کی ذمہ داری لے میں اس کیلئے جنت کی ذمہ داری لوں گا"۔

انہی صحابی کے ذریعے روایت یوں بھی ہے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ (۵۲)

رہبانیت اور تبتل کی تردید

رسول اکرمؐ نے فطری و طبعی داعیات کے سلسلے میں نفس کشی کے بجائے حلال اور پاکیزہ راستے کی

اجازت اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ ایک بار نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج فانه اغض للبصرو احصن للفرج۔ (۵۳)

"اے نوجوانوں کی جماعت' تم میں سے جو اسباب نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بہت بچاتا ہے"۔

دراصل یہ راستہ تو تہذیب نفس اور تزکیہ کا پاکیزہ راستہ ہے اس لئے رسول اکرمؐ نے رہبانیت' دنیا سے کنارہ کشی اور تبتل کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔

ایک بار کچھ لوگ رسول اکرمؐ کی عبادات کا حال جان کر تبتل اور ترک دنیا کی طرف مائل ہونے لگے' آپؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے ان کے ان خیالات کی تردید اور اصلاح فرمائی۔ بخاری کی روایت کے مطابق تفصیل یوں ہے۔

عن انس ابن مالک یقول جاء ثلاثة رهط الی بیت ازواج النبی یسالون عن عبادة النبی فلما اخبروا کانهم تقالوها فقالوا و این نحن من النبی قد غفرله ما تقدم من ذنبه وماتاخر ---- قال احدهم ---- اما انا فانا اصلی اللیل ابدا ---- وقال آخر --- انا اصوم الدهر ولا افطر ---- وقال آخر ---- انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا ---- فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا۔ اما والله انی لاخشاکم لله واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ (۵۴)

"ایک بار تین افراد نبی اکرمؐ کے دولت کدے پر آئے اور آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ ان سے آپؐ کی عبادت کی کیفیت بیان کی گئی۔ سن کر انہوں نے جو رائے ظاہر کی اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید وہ اپنی عبادت کو کم سمجھ رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ کہاں آنحضرتؐ جن کے سارے گناہ اللہ رب العزت نے معاف فرما دیئے اور کہاں ہم سراپا گناہگار ---- ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں دن بھر ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور شادی سے ہمیشہ پرہیز کروں گا۔ رسول اکرمؐ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ تشریف لے گئے اور فرمایا تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ سنو! خدا کی قسم ---- میں تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر متقی ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں' افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں' سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ فرمایا جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے"۔

تجرد' ترک لذائذ اور ریاضات شاقہ عبادت نہیں۔ شبلیؒ فرماتے ہیں:

"عام خیال یہ تھا کہ بندہ جس قدر اپنے اوپر تکلیف اٹھاتا ہے اسی قدر خدا خوش ہوتا ہے اور وہ اس کی بڑی عبادت شمار ہوتی ہے۔ اس لئے لوگ اپنے جسم کو بڑی بڑی تکلیفیں دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یوں روح میں زیادہ صفائی اور پاکیزگی آئے گی چنانچہ یونانی فلسفہ میں اشراقیت' عیسائیوں میں رہبانیت اور ہندوؤں میں جوگ اس اعتقاد کا نتیجہ تھا۔ کوئی گوشت نہ کھانے کا عہد کر لیتا' کوئی سرتاپا برہنہ رہتا۔ اور ہر قسم کے لباس کو خلاف تقدس جانتا' کوئی عمر بھریا سالہاسال اپنے آپ کو کھڑا رکھتا یا بیٹھا رہتا اور سونے اور لیٹنے سے پرہیز کرتا۔ کوئی اپنا ایک ہاتھ کھڑا رکھتا کہ سوکھ جائے۔ کوئی عمر بھر تاریک تہ خانوں اور غاروں میں چھپ کر خدا کی روشنی تلاش کرتا تھا' کوئی تجرد و ترک دنیا کرکے' اہل و عیال اور زن و فرزند سے نفرت رکھ کر خدا کی محبت کا غلط مدعی بنتا تھا لیکن نبوت محمدی نے ان خیالات کی اصلاح فرمائی اور واضح کیا کہ ان میں سے کوئی چیز عبادت نہیں۔ نہ ترک لذائذ سے حق کی لذت ملتی ہے نہ ہماری غمگینی خدا کی خوشنودی کا باعث ہے اور نہ بندوں کی غیر معمولی تکلیف سے خدا کو آرام ملتا ہے۔ نہ زن و فرزند کی نفرت سے خدا کی محبت نصیب ہوتی ہے نہ ترک دنیا سے دین کی دولت ملتی ہے۔ خدا کا دین اتنا ہی ہے جو بندے کی استطاعت کے اندر ہے"۔ (۵۵)

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی حد استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ (۵۶)

حج کیلئے بھی استطاعت کی شرط ہے۔ فرمایا:

من استطاع الیہ سبیلا۔ (۵۷)

روزہ ایک مشکل عبادت ہے۔ اللہ رب العزت نے اس میں بھی متعدد آسانیاں پیدا کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ (۵۸)

"اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے' سختی نہیں"۔

دوسری جانب دین اسلام رہبانیت کو ایک بدعت اور عملی زندگی سے فرار قرار دیتا ہے:

ارشاد الٰہی ہے:

(۵۹)
ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ماکتبنا ھا علیھم الا ابتغآء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعا یتھا۔

"اور عیسائیوں نے ایک رہبانیت کی بدعت نکالی اور ہم نے انہیں خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا اس کا حکم نہیں دیا۔ تو جیسا چاہیے' وہ رہبانیت کا حق ادا نہیں کیا۔"

دین اسلام اپنے پیروکاروں سے ایک متحرک اور مجاہدانہ زندگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ رسول اکرمؐ اور صحابہ

کرامؓ کی عملی زندگی اس کی بہترین مثال ہے۔

تزکیۂ نفس اور نبوی معاشرے کے مجاہدانہ شب و روز:

حضور انورؐ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالیئے۔ ملاحظہ فرمائیں، رسول اکرمؐ کی نبوت کی زندگی تیئیس (۲۳) سال ہے۔ مکے کے تیرہ (۱۳) سال شدید ابتلاء و آزمائش کے سال ہیں خاص طور پر شعب ابی طالب کے تین سال کے دوران اور سفر طائف میں جو مشکلات و مصائب پیش آئے وہ ناقابل بیان ہیں۔ مدینہ ریاست قرار پایا لیکن مدنی زندگی کے دس سال میں کیسی ہنگامی حالت رہی کہ اس دوران اسی (۸۰) تا نوے (۹۰) غزوات و سرایا کی صورت حق و باطل کے معرکے درپیش رہے۔ ان معرکوں کو مدنی زندگی کے دس سال پر تقسیم کیجئے اور صحابہ کرامؓ کے شب و روز پر غور فرمایئے۔ وہاں نہ تو تبتل ہے اور نہ ہی عیش کوشی، بلکہ رسول اکرمؐ کی قیادت میں اصلاح نفس اور غلبہ دین کیلئے ان نفوس قدسیہ کے دن بے قرار اور راتیں بے چین نظر آتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے شب و روز "رھبان باللیل و فرسان بالنھار" رات کے راھب اور دن کے شہسوار کی شکل میں تزکیۂ نفس کا کیسا خوبصورت منظر پیش کر رہے ہیں۔ اول تا آخر یہ منظر مجاہدانہ ہے، راہبانہ نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ کی شب و روز کی دعائیں اور استغفار و استعانت اس پر مستزاد ہیں۔ آپ شب و روز میں ستر بار استغفار فرماتے اور تزکیہ نفس کیلئے ہمہ وقت نصرت الٰہیہ کے طلب گار رہتے۔

اللّٰھم آت نفسی تقواھا، انت ولیھا وانت مولاھا، وزکھا انت خیر من زکاھا۔ (۶۰)

"اے میرے اللہ میرے نفس کو تقویٰ سے آراستہ فرما، تو ہی میری جان کا مالک اور تو ہی اس کا سرپرست ہے اور تو ہی وہ بہترین ہستی ہے جو اس کا تزکیہ فرما سکتا ہے"۔

مراجع و مصادر

۱۔ سورۃ الجمعۃ ۔۔ ۶۲ : ۲ ۲۔ سورۃ البقرۃ ۔ ۲ : ۱۲۹ ۳۔ سورۃ البقرۃ ۔ ۲ : ۱۵۱

۴۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۱۴، ص ۳۵۸، نشر ادب الحوزہ، قم ایران ۱۴۰۵ھ

۵۔ فخرالدین، محمد بن عمر، الرازی، التفسیر الکبیر، ج : ۳۲، ص : ۱۴۷، مکتبۃ الاعلام الاسلامیہ، ایران

۶۔ احمد مصطفیٰ المراغی۔ تفسیر المراغی۔ الجزء الاول۔ ص : ۲۱۷۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء

۷۔ المراغی، الجزء الثانی ۔ ص : ۱۸

۸۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القرآن ج : ۱، ص : ۱۱۲، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۹۴ء۔

۹۔ امین احسن اصلاحی۔ تزکیۂ نفس، ص : ۳۴ ملک سنز تاجران کتب فیصل آباد ○ ۱۰۔ ایضاً" ص ص : ۳۴

۱۱۔ شبلی نعمانی۔ و سید سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبی ج : ۶، ص : ۱۰، الفیصل ناشران کتب فیصل آباد، ۱۹۹۱ء

۱۲۔ تزکیہ نفس، ص : ۱۹، ۲۰ ۱۳۔ سورۃ النزعت، ۷۹ : ۱۷، ۱۸ ۱۴۔ سورۃ عبس، ۸۰ : ۱، ۳

۱۵۔ سورۃ الاعلیٰ، ۸۷ : ۱۴ ۱۶۔ المراغی۔۔ الجزء الثانی ۔۔ ص ۱۸، ۱۹ ۱۷۔ سورۃ الحجر، ۱۵ : ۲۹

۱۸۔ البقرۃ، ۲ : ۳۱ ۱۹۔ سورۃ الشمس، ۹۱ : ۷۔۱۰ ۲۰۔ سورۃ یوسف، ۱۲ : ۵۳

۲۱۔ سورۃ القیامتہ، ۷۵ : ۲ ۲۲۔ سورۃ محمد، ۴۷ : ۱۲ ۲۳۔ سورۃ الاعراف، ۷ : ۱۷۹

۲۴۔ شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد، حجتہ اللہ البالغہ، ج : ۲، ص : ۳۵۸ ۔ قومی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۳ء

۲۵۔ سورۃ النور، ۲۴ : ۲۱ ۲۶۔ حجتہ اللہ البالغہ، ج : ۲، ص : ۳۸۱

۲۷۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی مولانا، اخلاق و فلسفہ اخلاق، ص : ۷۰۴ مکتبۂ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ۱۹۷۶ء

۲۸۔ مالک بن انس، الامام ۔ موطا، باب حسن الخلق، ص : ۹۰۴ ۔ داراحیاء کتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی، ۱۹۵۱ء

۲۹۔ سورۃ القلم، ۶۸ : ۴ ۳۰۔ سورۃ آل عمران، ۳ : ۱۵۹

۳۱۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، الجزء الثانی، ص : ۱۶۹، کتاب المساجد باب جامع الصلوۃ اللیل، دارالفکر بیروت۔ ۳۲۔ اخلاق و فلسفہ اخلاق، ۲۷۱

۳۳۔ یوسف القرضاوی، دعوت دین اور اس کے علمی تقاضے (اردو ترجمہ) ص : ۲۱۷، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ۱۹۹۴ء

۳۴۔ Russell Bertrant History of Western Philosophy P.94 George Allen and Unwin 1961.

۳۵۔ محمد سلیم، سید، پروفیسر مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، ص : ۷۲، ادارہ تعلیمی

تحقیق' لاہور' ۱۹۸۹ء۔

۳۶۔ The basic Teaching of Great Philosophers. P.90 New York 1949

۳۷۔ نعیم احمد' تاریخ فلسفہ یونان' ص : ۸۱' ۳۳۳' ۱۸۹' علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور' ۱۹۸۱ء

۳۸۔ سورۃ النجم : ۳ : ۵۳ ۳۹۔ سورۃ الروم : ۳۰ : ۳۰

۴۰۔ بخاری' محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری' الجزء الثانی' ص : ۱۱۸' باب فی الجنائز' مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر' ۱۳۴۵ھ ۴۱۔ سورۃ الحج' ۲۲ : ۳۰ ۴۲۔ سورۃ التوبتہ' ۹ : ۲۷

۴۳۔ صحیح البخاری' الجزء الاول' ص : ۲ باب کیف کان بدء الوحی' کتاب الایمان ماجاء ان الا عمال' الجزء الاول۔ ص : ۲۰

۴۴۔ الجامع الصحیح' الجزء السادس' ص : ۴۷ کتاب الامارۃ' باب من قاتل للریاء والسمعۃ

۴۵۔ سورہ الحج' ۲۲ : ۳۷

۴۶۔ ابن ماجہ' محمد بن یزید القزوینی' سنن ابن ماجہ ج : ۲' ص : ۱۳۷۷' کتاب الزھد' المکتبۃ العلمیۃ' بیروت۔ ۴۷۔ سورۃ الاعراف ۷ : ۱۵۷

۴۸۔ صحیح البخاری۔ الجزء السابع' ص : ۲۳۴ کتاب الایمان والنذور۔ باب النذر فیما لا یملک۔

۴۹۔ ایضاً۔

۵۰۔ سیرۃ النبی' ج : ۱ ص : ۲۲۷۔ نعیم صدیقی' محسن انسانیت' ص : ۴۰۶ اسلامک پبلیکیشنز لاہور' ۱۹۸۷ء

۵۱۔ صحیح البخاری' الجزء الثامن' ص : ۲۰ کتاب المحاربین

۵۲۔ صحیح البخاری' الجزء السابع ص : ۱۸۴' کتاب الرقاق

۵۳۔ صحیح البخاری' الجزء السادس' ص : ۱۱۷' کتاب النکاح' باب من لم یسطع الباءۃ فلیصم۔

۵۴۔ صحیح البخاری' الجزء السادس' ص: ۱۱۶ کتاب النکاح' باب الترغیب فی النکاح۔

۵۵۔ سیرۃ النبی' ج : ۵' ص : ۲۲ ۵۶۔ سورۃ البقرہ' ۲ : ۲۸۶ ۵۷۔ سورۃ آل عمران' ۳ : ۹۷

۵۸ سورۃ البقرہ' ۲ : ۱۸۵ ۵۹۔ سورۃ الحدید' ۵۷ : ۲۷

۶۰۔ النسائی' ابو عبدالرحمٰن' سنن النسائی' الجزء الثامن ص' ۲۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت' لبنان۔